فلسفہ تقابلِ ادیان اور میکس مُلر

حافظ محمد عبد القیوم*

تقابل کا مفہوم:

لفظ ''تقابل'' کے انگریزی میں برابری (Equal) اور حریف یا رقیب (Rival) کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ معنی بھی ہیں کہ ''تقابل کے ذریعے اندازہ لگانا'' (Estimated by comparison)(1)

دو یا دو سے زاید اشیا کے درمیان مترادفات اور متفرقات کی نشان دہی کرنا، یا دو یا دو سے زاید حقیقی یا ذہنی طور پر موجود اشیا کے مترادفات اور تفرقات کو جاننے کے لیے ایک ساتھ رکھنا:

"To mark or point out the similarities and differences of (two or more things); to bring or place togather (actually or mentally) for the purpose of noting the similarities and differences.(2)"

دی آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق ''تقابل'' کے دیگر معنی یہ بھی ہیں مثلاً ''قابل ذکر (To Speak of)، مترادف کے طور پر پیش کرنا (Represent as similar)، ہم سری (Equal Standing)، حاصل کرنا (To Get, Obtain)، یا دریافت کرنا (Acquire)، تیار رہنا (To get ready)، مہیا کرنا (Provide)، تیار کرنا (Prepare)'' وغیرہ۔(۳)

اس طرح لفظ ''تقابل'' میں جانچنا، ملاحظہ کرنا، موازنہ کرنا، دو چیزوں کا ہم وزن ہونا، برابری اور ہم سری کے معنی پائے جاتے ہیں۔

لفظ ''تقابل'' انگریزی زبان کا ایک عام لفظ نہیں بلکہ یہ ایک اصطلاح ہے جو نشاۃ ثانیہ اور جدید سائنس کے پس منظر میں اپنا ایک خاص معنی رکھتی ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق ۱۶۷۵ء اور اس کے بعد یہ لفظ ایک سائنسی اصطلاح کے طور پر سامنے آتا ہے جس میں سائنس کی دو مختلف شاخوں کے مابین موازنہ کے معنی پائے جاتے ہیں، جیسے تقابلِ تشریح الاعضا (Anatomy):

"Involving comparison of different branches of a science, as comparative anatomy, philology, etc. So comparative anatomist, one versed in comparative anatomy"(4)

---

* لیکچرار، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔

اسی دَور یعنی ۱۶۷۵ء میں گرو (Grew) اس اصطلاح کو ''پودوں کے تنوں کا تقابل'' (Comparative anatomy of the Trunks of Plants) کے معنی میں استعمال کرتا ہے، اور گریگوری (J. Gregory) بھی ۱۷۶۵ء میں انہی معنی کا احاطہ کرتا ہے۔(۵)

اسی دوران یعنی سترھویں اور اٹھارویں صدی میں جب سائنسی اصول تمام چیزوں کو پرکھنے کا معیار قرار پا گئے تو انہی سائنسی اصولوں کی روشنی میں دینیات اور دینیاتی مسایل کو دیکھا جانے لگا۔ شاعر ہومز (O. W. Holmes) لکھتا ہے کہ ''جس طرح تم تشریح الاعضا کا تقابل کرتے ہو اسی طرح تمہیں الٰہیات (Theology) کا تقابل بھی کرنا چاہیے'': "You must have comparative theology as you have comparative anatomy"(6)

آخری بات یہ ہے کہ ''تقابل'' کے اصول کی بنیادیں یونانی فلسفی ارسطو کے ہاں بھی پائی جاتی ہیں۔ جس نے اس اصول کی روشنی میں سیاسیات کا تقابلی مطالعہ کیا۔(۷)

تقابلِ ادیان کا تعارف:

مطالعۂ مذاہب کے روایتی طریقۂ بحث ومناظرہ میں جن اصول وضوابط کو بنیادی ومرکزی حیثیت حاصل ہے ان میں سے ایک اہم اصول اپنے عقیدہ کے حق وسچ ہونے کا ہے، خود کے حق پر ہونے کے یقینِ کامل کے ساتھ مخالف کے نقلی وعقلی دلایل کا رد کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے ہی دین میں ''نجات'' کو محصور گردانتا ہے۔

مگر نشاۃ ثانیہ کے فکری پس منظر میں جو مطالعۂ مذاہب متعارف ہوا اس میں حق وباطل کی بحث اور صراط مستقیم کی تلاش کی بجائے تمام مذاہب کو ایک سماجی عنصر کے طور پر دیکھا گیا اور ''مذہب'' کو ایک معروضی حقیقت کے طور پر ماننے کی بجائے اس کے تاریخی مآخذ ومصادر تلاش کرنے کا رجحان پروان چڑھا۔

اس پس منظر میں مطالعۂ مذاہب کے لیے ''تقابل'' کی اصطلاح متعارف ہوئی ہے، یہ بات پیشِ نظر رہے کہ ''تقابل'' (Comparativism) اصطلاح سے زیادہ ''طریقہ کار'' کا نام ہے۔ ''تقابل'' کی سائنس کے تحت جو مطالعۂ مذاہب پروان چڑھا اس کا پورا نام صرف ''تقابلِ ادیان'' نہیں بلکہ ''تقابلِ ادیان کی سائنس'' (Science of Comparative Study of Religions) ٹھہرا۔ اسی طرح مطالعۂ مذاہب کو ابتداً مذہب کی اطلاقی سائنس (Applied Science of Religion) بھی کہا گیا۔(۸)

تقابلی لسانیات اور مطالعۂ مذاہب پر اس کے اثرات:

نشاۃ ثانیہ کے بعد جب مغربی مفکرین کا مطالعۂ مشرق بڑھا اور اس کے بارے میں جان کاری کی جستجو پیدا ہوئی تو اُن کو اُس وقت کے ہندوستان میں آرین نسل کے بارے میں معلوم ہوا، اسی بات نے ان میں مزید جان کاری کا

شوق کیا اور انہوں نے یورپ و ہندوستان کے لوگوں کے رہن سہن، طرزِ بود و باش اور زبان کے ساتھ ساتھ تہذیب و ثقافت کے دیگر پہلوؤں کا تقابلی مطالعہ کا آغاز کیا۔ اس تقابلی مطالعہ کو ''انڈو۔ یورپین سٹڈیز'' کے نام سے باقاعدہ اکادمی یا جامعاتی مطالعہ کا درجہ دے دیا گیا۔ میکس ملر کے بقول جس طرح پندرھویں صدی میں یونانی علوم و افکار نے یورپ کی جامعات میں انقلاب برپا کیا تھا اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ انیسویں صدی میں ہندوستانی تہذیب و ثقافت اور سنسکرت زبان سے آگاہی اور پھر اس کے نتیجہ میں لسانیات کے تقابلی مطالعہ نے یورپ میں انقلاب برپا کیا۔(۹)

انیسویں صدی میں سائنسی زاویہ نگاہ سے تقابلی لسانیات (Comparative Philology) کا جایزہ لیتے ہوئے محققین کا تقابلی صنمیات (Comparative Mythology) کی طرف رجحان بڑھا اور پھر انہوں نے تقابلی صنمیات سے مذاہب کے تقابلی مطالعہ (Comparative Religion) کو سائنسی زاویہ نگاہ سے دیکھنے کو اپنا موضوع بنایا۔ یہ بات واضح رہے کہ چونکہ مطالعہ مذاہب کی طرف جو محققین راغب ہوئے وہ ماہرینِ لسانیات تھے اور اس وقت کی لسانیات کو دو زمانی (Diachronic) اور تقابلی نقطہ نظر سے دیکھا جا رہا تھا اس لیے مذہب کا بھی ابتدأ اسی نظر سے مطالعہ کیا گیا۔ یہ بات بھی لایق توجہ ہے کہ سرزمینِ ہندوستان میں تقابل ادیان کا علم متعارف ہوا، جس میں یہاں کے ہندوؤں کا مذہبی ادب اور صنمیات کا اہم دخل ہے:

"Comparative philology followed by the first flights of comparative mythology, turned the philologists to the study of the religions revealed in the newly discovered sacred books of the orient." (10)

میکس مُلر کا فلسفہ تقابل ادیان:

میکس ملر ۱۸۲۳ء میں جرمنی میں پیدا ہوا اور ۱۹۰۰ء میں وفات پائی۔

میکس ملر کے افکار کا خلاصہ:

نشاۃ ثانیہ کے بعد علوم کی سائنسی تشکیل کا جب دور شروع ہوا اور علوم کو موضوعی حقایق کی روشنی میں دیکھا جا رہا تھا تو دیگر علوم کے ساتھ ساتھ زبان یعنی لسانیات کو بھی سائنس سے زیر بحث لایا گیا۔ اسی پس منظر میں میکس ملر کو ان لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے جنہوں نے مطالعہ مذہب کو سیکولر بنیادیں فراہم کیں۔ چناں چہ مذہب کو معروضی حقیقت کے طور پر نہیں بلکہ ایک موضوعی حقیقت کے طور پر دیکھا گیا۔ کیوں کہ نشاۃ ثانیہ کے بعد جس منہجِ فکر نے فروغ پایا، اس کے مطابق انسان (Humanism) کو ہی ہر چیز کا معیار ٹھہراتے ہوئے وحی کے ذریعہ علم ہونے کا انکار کیا گیا، اور اسی لحاظ سے سائنس کو (جو تجربہ و مشاہدہ کی صورت میں انسان کی موضوعی حیثیت سے متعلق ہے) پروان چڑھایا گیا۔

اس پس منظر میں میکس ملر کے افکار کا خلاصہ یہ ہے کہ ''مذہب'' سے دو چیزیں مراد ہوتی ہیں ، ''مذہب'' کی ایک شکل تو یہ ہے جو معروض میں عیسائیت ، یہودیت یا کسی دوسرے مذہب کی صورت میں پائی جاتی ہے ۔ مذہب کی دوسری شکل یہ ہے جو انسان میں فطری یا جبلی طور پر موجود ہے ۔ جس کو میکس ملر حاسہِ لامحدودیت (Faculty of Infinity) سے تعبیر کرتا ہے ۔ میکس ملر کے نزدیک ''مذہب'' کی ان دونوں صورتوں میں سے اصل اور اہم صورت تو دوسری ہے ، اور پہلی صورت کی حیثیت ثانوی ہے ۔ دوسری صورت اگر جوہر ہے تو پہلی صورت عرض ہے ۔ جس طرح زبان (Language) اور اس کو بولنے کی صلاحیت (Faculty of Speech) دو مختلف چیزیں ہیں ، ان دونوں میں قوتِ گویائی اگر جوہر ہے تو زبان (Language) کو عرض کہا جا سکتا ہے ۔ اسی پس منظر میں اگر کوئی شخص مذہب یہودیت ، عیسائیت یا ہندومت کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیتا ہے یا کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیتا ہے تو دراصل یہ عرض کی تبدیلی ہے ، اور ظاہر ہے کہ انسان کے حاسہِ لامحدودیت کا معروض میں کوئی بھی مذہب اور اس کے عناوین (Content) مصداق ٹھہر سکتے ہیں ۔

میکس ملر کے افکار کا تفصیلی جائزہ :

میکس ملر نے لسانیات کے تقابلی مطالعہ کے منہاج پر مذاہب کو بھی جانناچاہا ۔ چناں چہ میکس ملر کہتا ہے کہ جس طرح مخالفین لسانیات کے سائنسی منہج پر مطالعہ کو ناممکن سمجھتے تھے ، مگر اس ناممکن کو ممکن بنایا گیا ، اسی طرح وہ میرے اس نئے نظریہ یعنی مذاہب کا سائنسی مطالعہ کا بھی انکار کریں گے ۔

انیسویں صدی میں جب ہر چیز کو جانچنے کا معیار ''سائنس'' قرار پا گیا تو اس پس منظر میں میکس ملر کہتا ہے کہ ہمارے اس عہد میں معروضی حالات کے پیش نظر مذہب کے حق یا مخالفت میں بات کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ٹھہر گیا ہے ۔ کچھ لوگ مذہب کو اتنا مقدس سمجھتے ہیں اور اس کو اہم مقام دیتے ہوئے اس قابل سمجھتے ہیں کہ اس کو سائنسی نقطہِ نظر سے دیکھا جائے ، جبکہ ایک گروہ مذہب کو وہم و خیال ، فریبِ نظر (Hallucination) ، اور اغلاط (Errors) کا مجموعہ گردانتا ہے اور اس حد تک کم تر سمجھتا ہے کہ اس کو سائنسی زاویہ نگاہ سے دیکھنا ہی نہیں چاہتا ، وہ سمجھتا ہے کہ ایک سائنس دان کے مقام سے یہ بات فروتر ہے کہ وہ مذہب اور مذہبی مباحث کو درخورِ اعتنا سمجھے ۔

مذہب پر ان اشکالات کے باوجود میکس ملر کا کہنا ہے کہ جس طرح سچائی کی بازیافت کے لیے اغلاط تک کا بھی مطالعہ مفید ثابت ہوتا ہے ، اسی طرح مذہب کے سائنسی مطالعہ سے بھی اہم نتائج سامنے آئیں گے ۔ جیسا کہ روایتی علم الکیمیا (Alchemy) میں جدید سائنسی علم کیمیا (Chemistry) کا بیج پایا جاتا تھا اسی طرح روایتی علم ہیئت (Astrology) میں جدید سائنسی علم فلکیات (Astronomy) کی بنیادیں پائی جاتی ہیں ۔

میکس ملر کہتا ہے کہ جس طرح سائنس کی روشنی میں کیے گئے لسانیات کے تقابلی مطالعہ سے حوصلہ افزا نتائج سامنے آئے ہیں اور لسانیات سے متعلق روایتی خیالات غلط ثابت ہوئے ہیں اسی طرح مذاہب کے تقابلی مطالعہ سے

بھی مفید باتیں سامنے آئیں گی۔

میکس ملر کے دَور میں چونکہ سائنس کے ''تقابلی (Comparison)'' طریقۂ تحقیق کو اہمیت حاصل تھی اس لیے اس منہجِ تحقیق کی افادیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دنیا میں اعلیٰ علم ''تقابل'' کے طریقہ ہی سے ظہور میں آیا ہے۔ انیسویں صدی میں سائنسی تحقیق کا منہاج نمایاں طور پر ''تقابل'' کا ہے اور پھر اس ''طریقۂ تقابل'' کو استقرائی طریقہ (Inductive Method) سے مزید توثیق پہنچائی جاسکتی ہے۔ اس طریقۂ تحقیق کے اہم نتایج کے پیش نظر اس کو مذاہب کے مطالعہ پر بھی لاگو کیا جاسکتا ہے۔ جس سے اس بات کا قوی امکان ہے کہ دنیا کے مذاہب کے مآخذ (Origin)، کردار، ترقی اور زوال کے بارے میں روایتی آرا میں نمایاں تبدیلی واقع ہوگی۔ (۱۱)

میکس ملر لکھتا ہے کہ گوئٹے (Goethe) کا مقولہ ''وہ شخص جو ایک زبان جانتا ہے وہ کچھ نہیں جانتا'' ("He who knows one language, knows none") ہے۔ اس مقولہ نے جس طرح ماہرینِ تقابلِ لسانیات میں انقلاب برپا کر دیا تھا، اسی طرح گوئٹے کی بات کو مذاہب کے تقابلی مطالعہ پر بھی اس طرح لاگو کیا جاسکتا ہے کہ ''جو ایک (مذہب) کو جانتا ہے وہ کچھ نہیں جانتا'' ("He who knows one, knows none")۔

میکس ملر کی اس بات میں ہی اس کا تقابلِ ادیان کا فلسفہ مضمر ہے۔ میکس ملر کہتا ہے کہ جب مادری زبان کے علاوہ دیگر زبانوں کا مطالعہ کیا گیا تو اس سے ہم عصر اور ہم رشتہ زبانوں میں تقابل ممکن ہو سکا۔ اس تقابل سے علم اشتقاق کی روشنی میں الفاظ کے مآخذ، ان کے تغیر و تبدل اور تراش و خراش کے مدارج و منازل منصہ شہود پر آسکے۔ میکس ملر کا کہنا ہے جدید علم اشتقاقیات کی رُو سے تحقیق الفاظ کی بہترین صورت یہ ہے کہ ہم خاندان زبانوں کے الفاظ کے باہمی تقابل سے مدد لی جائے۔ ہم اصل زبانوں میں اگرچہ ظاہری اختلاف پائے جاتے ہیں مگر وہ سب اپنے منبع و مآخذ کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ضرور محفوظ رکھتی ہیں۔ جس طرح ہر لفظ تہذیبی سطح، ذہنی رجحانات، عصری میلانات یا کوئی نہ کوئی داستان اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔

میکس ملر کے بقول زبانوں کے اس باہمی تقابل سے ہند یورپی زبانوں کے متعلق اہم تحقیقات سامنے آئی ہیں ۔ جس طرح زبانوں کے تقابلی مطالعہ سے یورپ اور ایشیا کی بڑی زبانوں کے درمیان ایک نیا تعلق ثابت ہوا ہے اسی طرح مختلف قدیم مذاہب کے درمیان اسی طرح کے تعلق کو دریافت کیا جاسکتا ہے:

"As a comparative study of languages had proved quite a new relationship between the principal languages of Europe and Asia, it was supposed that the same kind of relationship might be discovered between the various religions of the ancient world also." (12)

میکس ملر اپنے اس فلسفہ کو مطالعۂ مذاہب پر منطبق کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہے کہ دیگر مذاہب کے مطالعہ اور

ان کے باہمی تقابل سے ایک دوسرے سے استفادہ، تغیر و تبدل اور باہمی نزاع کی وجوہ سامنے آسکیں گی۔ اس کا کہنا ہے کہ مذاہب میں اختلاف کی بنیادی وجہ زبانوں کا اختلاف ہے۔

میکس ملر کا کہنا ہے کہ لفظ ''مذہب'' سے دو مختلف چیزیں مراد ہوتی ہیں۔ جب ہم یہودیت، عیسائیت یا ہندومت کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو اس سے دراصل مقدس کتب اور تعلیمات کا وہ مجموعہ مراد ہوتا ہے جو ہمیں روایت کے ذریعے پہنچا ہوتا ہے، یہی وہ چیزیں ہیں جو یہودی، عیسائی یا ہندو کا عقیدہ بناتی ہیں۔ چناں چہ ان معنی میں اگر ''مذہب'' مراد لیا جائے تو جب کوئی شخص اپنا مذہب تبدیل کرتا ہے اور عیسائیت کی بجائے برہمنیت یا ہندومت کو اختیار کر لیتا ہے تو وہ اسی طرح کی بات ہوگی کہ جیسے کوئی شخص ہندوستانی کی بجائے انگریزی سیکھ لے۔

''مذہب'' کو ایک دوسرے مفہوم میں بھی استعمال کیا جاتا ہے کہ جس طرح ہر انسان میں قوتِ گویائی (Faculty of Speech) پائی جاتی ہے جو زبان کی تمام تاریخی صورتوں سے آزاد ہوتی ہے، یعنی اس کا بولی جانے والی زبانوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح فطری طور پر ہر شخص میں حاسہ مذہبی (Faculty of Faith) بھی ہوتا ہے جو تمام تاریخی مذاہب سے ماورا ہوتا ہے۔ چناں چہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مذہب ہی ہے جو انسان کو حیوان سے متمیز کرتا ہے، تو اس بات کے کہنے سے یہودیت، عیسائیت یا کوئی خاص مذہب مراد نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد حاسہ لامحدودیت (Faculty of perceiving the Infinity) ہوتا ہے، یہی وہ حاسہ یا انسان میں ودیعت شدہ صلاحیت ہے جو انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ مختلف بھیسوں میں ''لامحدودیت'' کا ادراک کرے۔ اس حاسہ کے بغیر مذہب کا تصور حتیٰ کہ بت پرستی کی کم تر حالت کا بھی امکان نہیں رہتا، اگر ہم غور سے سنیں تو دنیا کے تمام مذاہب میں روح کے کراہنے کی آواز، ناقابل فہم کو سمجھنے کی کوشش، لامحدودیت کے پیچھے جانے کی خواہش اور اسی طرح خدا سے محبت کا دعویٰ سن سکتے ہیں۔ یونانی لفظ ''انسان'' (Enthropo) کے معنی کہ ''وہ جو اُوپر کی طرف دیکھتا ہے'' (he who looks upward) علم اشتقاق کی رُو سے درست ٹھہریں یا نہ ٹھہریں، مگر یہ بات یقینی ہے اور یہی بات انسان کو انسان بناتی ہے کہ وہ اکیلا اپنا رُخ جنت کی طرف موڑ سکتا ہے، اسی طرح یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہ تنہا حواس اور انسانی عقل سے ماورا کسی چیز کی خواہش کا اظہار کرے۔

میکس ملر کہتا ہے کہ انسان میں اگر حسی ادراک کی حالتوں کو جانچنے کا کوئی فلسفیانہ نظم (Faculty of Sense) ہے، اور اسی طرح عقلی ادراک کی حالتوں کو جاننے کا کوئی فلسفیانہ نظم (Faculty of Reason) پایا جاتا ہے تو پھر یقیناً ایک تیسرا فلسفیانہ نظم بھی ہونا چاہیے جو تیسرے حاسہ انسانی کی حالتوں کو جانچ سکے اور حواس و عقل میں توازن رکھ سکے۔ یہی وہ حاسہِ لامحدودیت ہے جو تمام مذاہب کی بنیاد ہے۔ جرمن زبان میں اس حاسہ کو ''Vernuft'' کہتے ہیں جس کا انگریزی میں کسی حد تک مفہوم ''Faculty of Faith'' ہوسکتا ہے۔ یہ حاسہ عقل (Verstand / Reason) اور حاسہِ حواس (Sinne / sense) سے الگ ہوتا ہے۔

میکس ملر کہتا ہے کہ اگر ہم جدید فکری تاریخ پر نظر ڈالیں تو ایمانوئل کانٹ (I. Kant) سے پہلے دنیائے فلسفہ میں غالب رجحان یہ تھا کہ انسان میں صرف ایک ہی حاسہ کا وجود ہے اور وہ حاسہِ حسی (Faculty of Senses) ہے۔ اس بارے میں لائبنز (Leibnitz) نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ ہاں انسان میں ایک ہی حاسہ ہے مگر وہ حاسہِ ذہنی (Faculty of Intellect) ہے۔ مگر کانٹ نے آکر اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور یہ مؤقف اختیار کیا کہ انسان میں ایک نہیں بلکہ دو خود مختار حاسہ جات ہیں، اُن میں ایک حسی اور دوسرا عقلی ہے۔ میکس ملر کہتا ہے کہ کانٹ اس سے آگے اگر جانا چاہتا تو جا سکتا تھا مگر اس نے ارادتاً انکار کر دیا اور ذہن کو محدودیت (Finity) سے ماورا جانے سے روک دیا، محدودیت سے ماورا ہونے کا مطلب خدا کی رسائی اور اس کی پہچان کا حاسہ (Faculty of approaching the Divine) ہے۔ کانٹ نے انسان کے وہ قدیم دروازے بند کر دیے جن سے انسان ''لا محدودیت'' کو دیکھ سکتا تھا۔ لیکن جہاں تک اس کی اپنی ذات کا تعلق ہے تو اس نے اپنے لیے اپنی دوسری کتاب تنقید عقلِ عملی (Critique of Practical Reason) میں عقبی دروازہ کھلا رکھا ہے جہاں سے وہ انسان میں حاسہِ خدائی کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔

میکس ملر کہتا ہے کہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ انسان میں ایک تیسرا حاسہ ہے جس کا نام حاسہِ لامحدودیت (Faculty of Infinity) ہے اور ہم اس کے وجود کا انکار نہیں کر سکتے۔

میکس ملر لفظ ''مذہب'' کی درج بالا دو معانی میں تقسیم کے مطابق مذہب کی سائنس کو دو حصوں میں منقسم کرتا ہے، جن میں سے اول ''Comparative Theology'' اور دوم کو ''Theoretic Theology'' کہتا ہے۔ (۱۳)

میکس ملر کے افکار اور اس کا فلسفہ اس وقت تک ادھورا رہے گا جب تک اس کی دیگر تحریروں میں موجود خیالات کا جائزہ نہ لے لیا جائے۔

میکس ملر کے افکار کا تاریخی ارتقا:

میکس ملر نے ۱۸۷۰ء میں مذہب کی سائنس (Science of Religion) پر خطبات کا سلسلہ شروع کیا۔ دوسرے مرحلہ یعنی ۱۸۷۸ء میں ہندوستانی مذاہب کی روشنی میں مذہب کے پھیلاؤ اور اس کے ماخذ (On the Origins and the growth of Religion, as Illustrated by the Religions of India) پر خطبات دیے۔ کم و بیش دس سال بعد ۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۲ء کے درمیان اپنے خیالات میں مزید وسعت لاتے ہوئے مذہب کے آغاز، ارتقا اور اس کے پھیلاؤ کے متعلق گلاسگو یونی ورسٹی میں خطبات دیے جو گریفورڈ خطبات (Grifford Lectures) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ میکس ملر نے اِن گریفورڈ خطبات کو درج ذیل عناوین کے تحت شائع کیا:

☆ فطری مذہب (Natural Religion) (تاریخ اشاعت ۱۸۸۹ء)۔

☆ طبعی مذہب (Physical Religion) (تاریخ اشاعت ۱۸۹۱ء)۔

☆ بشری مذہب (Anthropological Religion) (تاریخ اشاعت ۱۸۹۲ء)۔

☆ صوفیانہ یا نفسیاتی مذہب (Theosophy or Psychological Religion) (تاریخ اشاعت ۱۸۹۳ء)۔

اِن خطبات میں میکس ملر یہ کہنا چاہتا ہے کہ انسان کی جبلی صلاحیت کے ذریعے لامحدودیت (Infinity) کے ادراک کا نام فطری مذہب (Natural Religion) ہے۔ فطری مظاہر پر ارتسام (Reflection) اور ''خدا'' پر ایمان، جس کو وحی الٰہی کی بجائے انسانی تجربہ سے اخذ کیا جا سکتا ہے، کے ذریعے لامحدودیت (Infinity) کی دریافت کا نام طبعی مذہب (Physical Religion) ہے۔ اس لحاظ سے ''طبعی مذہب'' دیوتا کے تصور کا نام ہے۔ مظاہر فطرت کے انسان پر ارتسام (Reflection) کے ذریعے لامحدودیت کی دریافت کا نام بشریاتی مذہب (Anthropological Religion) ہے، اسی طرح روح کا جسم کے ساتھ تعلق اور پھر اپنی دائمی بقا کا تصور بشریاتی مذہب سے آتا ہے۔

نفسیاتی مذہب (Psychological Religion) ان تصورات کو، جو روحانیت (Mysticism) سے متعلقہ ہوتے ہیں بالخصوص انسانی روح کا لامحدودیت سے اتصال کا تصور، بڑھاتا ہے۔

میکس ملر معاصرین کے درمیان:

میکس ملر نے تقابل ادیان کو تقابل لسانیات کے اصولوں پر پرکھا ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے تقابل ادیان کو متعارف کروایا۔ میکس ملر سے قبل مذاہب کا نہیں بلکہ صنمیات کا مطالعہ کیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ شاید یہ تھی کہ مغربی تہذیب کی فکری بنیادیں یونانی افکار و نظریات پر استوار ہیں اور یونانی فلاسفہ و مفکرین کی فکری کاوشیں اور خود یونان میں صنمیات کے وجود نے مغربی فلاسفہ و مفکرین کو مذہب کی بجائے صنمیات کی تحقیق میں مبذول رکھا۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ اہل مغرب کو مذہب (جو عیسائیت کی شکل میں ان کے ہاں تھا) سے تلخ تجربہ ورثہ میں ملا تھا۔ اس لیے وہ مذہب سے متنفر ہو چکے تھے۔ اس پس منظر میں وہ مذہب کو زیر بحث لانے کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے تھے۔ اس لحاظ سے میکس ملر کی ایک ایسے دور میں مذہب کو زیر بحث لانے کی کاوش قابلِ ستایش ٹھہرتی ہے کہ جب لوگوں کی مذہب سے تلخ یادیں وابستہ ہوں۔

میکس ملر کو اس کے مذہبی خیالات کی وجہ سے مطعون بھی ٹھہرایا گیا۔ میکس ملر کے گریفورڈ خطبات کے بارے میں کہا گیا کہ یہ خطبات وحی الٰہی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائیت کے خلاف کسی صلیبی جنگ سے کم نہیں ہیں۔ اسی طرح اس کو ''گستاخِ خدا رگستاخِ رسول'' (Blasphemous) کہا جاتا تھا۔

مذہبی حلقوں میں اگر چہ میکس ملر کو مذہب مخالف کے طور پر دیکھا گیا۔ مگر غیر مذہبی طبقہ میں بھی اس کو پذیرائی

نہیں مل سکی۔ جس کی وجہ اس کا اپنے افکار و خیالات میں آزاد ہونا اور اس کا سخت تنقیدی رویہ تھا۔ اس نے مخالف رائے رکھنے والے معاصرین کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان معاصرین میں علم بشریات، علم اثریات، علم نفسیات اور دیگر سماجی علوم کے ماہرین شامل ہیں۔ اس نے اپنے معاصر چارلس ڈارون کے نظریہ ارتقا کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اس کی کھل کر مخالفت کی۔ اسی طرح مذہب کے آغاز کے متعلق طوطمیت (Totemism) اور روحیت مظاہر (Animism) جیسے نظریات کا رد کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Thus totemism, ancestor worship, animism were all tried in turn to serve as keys to the origin of religion. To say that these theories were built up on 'scandalously ill- certified facts' is going too far." (14)

خود میکس ملر بھی اپنے معاصرین میں شدید تنقید کا نشانہ بنا رہا۔ اس کے تقابلی لسانیات کے نظریہ کو لسانیات کے محققین نے اہمیت نہیں دی اور اس کے نظریات کو اس کے پیش رو کے نظریات کا چربہ قرار دیا جن میں ولیم جونز (William Jones)، فریڈرک شلیگل (Friedrich Schlegel)، ویلہائیم فان ہمبلٹ (Wilhelm von Humboldt) اور وِلہم گِرم (Welhelm Grimm) شامل ہیں۔ اسی طرح اس کے مذہب کے آغاز کے متعلق افکار بالخصوص مذہبِ فطری (Natural Religion) سے متعلق نظریات کو سگمینڈ فرائڈ اور ڈرخایم نے تنقید کا نشانہ بنایا۔

میکس ملر نے تقابلی لسانیات کے جن اصولوں پر تقابلِ ادیان کی فکری بنیادیں استوار کی تھیں، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تقابلی لسانیات کے وہ اصول متزلزل ہو گئے اور نئی تحقیقات نے تقابلی لسانیات پر کڑی تنقید کر دی۔ جس سے خود تقابلِ ادیان کی فکری بنیادوں پر زد پڑی۔

اس سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ مطالعہِ مذاہب کو سائنسی اصول وکلیات کی روشنی میں دیکھنا مناسب نہیں ہے کیونکہ مذہب ایک اٹل اور مستقل حقیقت ہے جب کہ سائنس ایک متغیر چیز ہے، اور مستقل کو متغیر پر پرکھنا راست اقدام نہیں کہلا سکتا۔

میکس ملر کا آفاقی مذہب کا تصور:

میکس ملر تقابلی لسانیات سے جو نتائج اخذ کرنا چاہتا ہے وہ بقول جان سٹون (Jon R. Stone) یہ ہیں کہ زبان کے مآخذوں کو نہیں بلکہ اصل زبان (die Ursprache) دریافت کرنا ہے۔ (۱۵)

اسی بات کی روشنی میں مطالعہِ تقابلِ ادیان کا مقصد بھی انسان کے اصل مذہب کی تلاش و جستجو قرار پاتا ہے، اور وہی اصلی مذہب مستقبل کا مذہب ہوگا، اور میکس ملر کے بقول یہی مذہب آفاقی مذہب (Universal

(Religion) کہلاتا ہے۔

۱۸۹۳ء میں ہونے والی مذاہبِ عالم کی کانفرنس (The Parliament of Religions) میں میکس ملر نے آفاقی مذہب کا جو خاکہ پیش کیا وہ کچھ یوں ہے:

"Many people belonging to different religions had been thinking about a universal religion."

میکس ملر کہتا ہے کہ مستقبل کے مذہب کی بنیاد ایک ایسی طاقت پر ہوگی جس کو تمام مذاہب والے ہمارا باپ (Our Father) کہیں گے۔ تمام مذاہب کے شرکاء کی یہ مجلس اگرچہ ایسے کوئی مقصد حاصل نہیں کرسکی، جس طرح دہلی میں ہندوستانی شہنشاہ جلال الدین اکبر کے اپنے دربار میں تمام مذاہب کے شرکاء کی مجلس ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے میں کامیاب رہی تھی۔ مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے دربار میں ہونے والی اس مجلس سے کم از کم یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ انسانیت کے لاشعور میں ایک قدیم اور آفاقی مذہب اپنا وجود رکھتا ہے:

(16)"There exists an ancient and universal religion."

میکس ملر کہتا ہے کہ آفاقی مذہب میں تمام مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان بھائی چارہ عام ہوگا۔ ایک دوسرے کے مذہب کے بارے میں آگاہی ہوگی۔ مشترکہ نماز میں مشترکہ طور پر شریک ہوسکیں گے، ایک دوسرے پر رحمتیں بھیج سکیں گے، اور آہستہ آہستہ مذاہب کے درمیان اختلافات غیر اہم ہوتے چلے جائیں گے۔

میکس ملر کے تقابلی لسانیات سے متعلق افکار اگرچہ قصہ پارینہ ہو چکے ہیں مگر اس کے مستقبل کے آفاقی مذہب کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جا رہا ہے۔

حاصل بحث:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ چوں کہ میکس ملر نے مطالعہ مذاہب کو سائنسی منہاج پر استوار کیا تھا اس لیے وہ اس جدید علم تقابل ادیان کا بانی کہا جا سکتا ہے۔ میکس ملر کا فلسفہ حق و باطل کی تلاش و جستجو کا نام نہیں ہے بلکہ حق و باطل کی مباحث کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے تمام مذاہب اور ان کی تعلیمات کو ملا کر ایک آفاقی مذہب تشکیل دینا چاہتا ہے۔

میکس ملر کے افکار سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے اور مغربی علمیات (Episteme) کے مسلمات میں سے ٹھہرتی ہے کہ مذہب ذریعہ علم نہیں ہوسکتا۔ اس لحاظ سے ان کا مطالعہ مذاہب وحی کے مبنی بر حقیقت ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایک سماجی مظہر کے طور پر ہوتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱- The Oxford English Dictionary, prepared by J. A. Simpson and E. S. C. Weiner, Clarendon Press, 1989, vol. III, 591

۲- The Oxford English Dictionary, prepared by J. A. Simpson and E. S. C. Weiner, Clarendon Press, 1989, vol. III, 592

۳- The Oxford English Dictionary, vol. III, 591-592

۴- The Oxford English Dictionary, prepared by J. A. Simpson and E. S. C. Weiner, Clarendon Press, 1989, vol. III, 591

۵- The Oxford English Dictionary, vol. III, 591

۶- The Oxford English Dictionary, vol. III, 591

۷- Bhushan, B., Anmol's Dictionary of Sociology, Anmol Publications New Delhi, India, 1989

۸- Jourdan, Henry, Louis, Comparative Religion: Its Origin and Outlook, A Lecture, Oxford University Press, London, 1913, p. 14

۹- Muller, Max, "The Science of Religion: Lecture One," in The Essential Max Muller, Palgrave, UK., p. 110

۱۰- Encyclopedia of Social Sciences, Macmillan, USA, 1950, vol. III, p. 132.

۱۱- Muller, Max, "The Science of Religion: Lecture One," in The Essential Max Muller, p. 112

۱۲- Muller, Max, "Science of Religion: A Retrospect," in The Essential Max Muller, p. 354

۱۳- Muller, Max, "The Science of Religion: Lecture One," in The Essential Max Muller, p.113-114

۱۴- Muller, Max, "Science of Religion: A Retrospect," in The Essential Max Muller, p. 356

۱۵- Stone Jon, R., (Editor) "Introduction," in The Essential Max Muller, p.13

۱۶- Muller, Max, "Science of Religion: A Retrospect," in The Essential Max Muller, p. 356